جہیز سے متعلق اسلامی تعلیمات: گوجرانوالہ اور گجرات کے اضلاع میں دلہن کے سسرالی رشتہ داروں کی آراء کا شماریاتی جائزہ

ڈاکٹر محمد ریاض محمود : اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف گجرات، گجرات
ڈاکٹر ارشد منیر : ایسوسی ایٹ پروفیسر/چیئرمین، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف گجرات، گجرات

Abstract:

The issue of dowry is directly related to the socio-religious and economic traditions of any of the concerned societies. Family system, social rituals and marriage customs are found in every religion. So far as the Muslim scholars are concerned, they are of the same view about the concept of dowry. They collectively believe that dowry is an immoral and economic burden on the family of the bride. In this background, dowry has always been an important matter for the people of Pakistan. It is necessary to understand that dowry is not an Islamic concept. This misconception has been prevailing in numerous societies that dowry is one of the essential part of religion. In this perspective, it is the dire need of the hour to highlight the status of dowry according to Islam. Some of the Muslims think that dowry is the Sunna of the Prophet of Islam, Hazrat Muhammad (PBUH). On the other hand, some Muslim families consider dowry as an alternate of the right of heritage of the bride. Therefore, it is highly necessary to know and understand its chronological history, its beginning and updated evolution. In this regard, a statistical analysis has been conducted in Gujranwala and Gujrat districts. The study found that majority of the respondents are of the opinion that dowry plays a key role in leading a happy, prosper and stable life for a bride in her In-laws. The current social situation is an outcome of the misconception of the Islamic teachings. This research article has been presented to determine and remove the controversies and misunderstandings of the common man related to the concept of dowry with special reference to Islam

Keywords: Dowry, Family System, Islam, Marriage Customs, Pakistan

ا۔ موضوعِ تحقیق کا تعارف، اہمیت اور پسِ منظر

جہیز وہ سامان ہے جو لڑکیوں کو شادی کے وقت اس کے والدین، بہن بھائیوں اور دیگر اہلِ خانہ کی طرف سے ملتا ہے۔[1] اس سامان کی حیثیت ایک ایسے تحفہ کی سی ہے جو عین شادی کے وقت یا شادی سے قبل دیا جاتا ہے۔ بعض اوقات یہ شادی کی تقریبات کے خاتمے پر دیا جاتا ہے۔[2] بنیادی طور پر جہیز عربی زبان کا لفظ ہے جو کہ "جھاز" سے نکلا ہے اور اس کا مصدر "تجھیز" ہے جس کا معنی سازوسامان ہے۔ صاحبِ لسان العرب ابنِ منظور افریقی کے مطابق جب کسی جماعت کو رخصت کیا جائے تو "جھز القوم" کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں، غازی کے لئے سامان مہیا کیا جائے تو "جھزالغازی" کہا جائے گا۔ دلہن کا سامان مہیا کیا جائے تو "جھزالعروس" اور مردے کو کفن وغیرہ کا سامان مہیا کیا جائے تو "جھزالمیت" کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔[3] لوئیس مالوف کے ہاں بھی دلہن کے سامان یا ضروریات کی اشیاء کے طور پر یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔"الجھاز للعروس مایحتاج الیہ" یعنی جہیز دلہن کے لئے وہ سامان ہے جس کی وہ محتاج ہوتی ہے۔[4] علامہ راغب اصفہانی نے اس کی تعریف کچھ

یوں کی ہے: "الجهاز مايعد من متاع وغيره والتجهيز حمل ذلك او بعثه"[5] یعنی جہیز اس سامان کو کہا جاتا ہے جو کسی کے لئے بنایا جاتا ہے، تجہیز کا معنی اس بنائے ہوئے سامان کو بھیجنا کے ہیں۔ اصطلاحی طور پر اس کی ایک تعریف یہ بھی ہے:

"Dowry is the property which a man receives when he marries, either from his wife or from her family"[6]

"جہیز ایک جائیداد ہے جو مرد بوقت شادی اپنی زوجہ سے یا اس کے خاندان سے حاصل کرتا ہے۔"

صاحبِ فقہ السنہ نے اس کی تعریف یہ بیان کی ہے:

"الجهاز هو الاثاث الذى تعده الزوجة هى واهلها ليكون معها فى البيت اذ دخل بها الزوج"[7]

"جہیز وہ سامان ہے جسے عورت کے گھر والے خود تیار کرتے ہیں تاکہ شادی کے بعد یہ سامان اس کے ساتھ اس کے خاوند کے گھر جائے۔"

Dr. Altekar کی رائے یہ ہے کہ جہیز کی رسم کا آغاز ہندوؤں نے کیا۔ امیر اور شاہی خاندانوں میں شادی کے موقع پر چند تحائف دامادوں کو دینے کا رواج تھا۔[8] سید السابق نے مسلمانوں میں اس رسم کی موجودگی کا تاریخی اعتبار سے اعتراف کیا ہے، اُس کی رائے یہ ہے کہ جہیز وہ سامان ہے جسے عورت خود اور اس کے ورثاء تیار کرتے ہیں تا کہ جب وہ شادی کر کے خاوند کے گھر جائے تو یہ سامان اس کے ساتھ جائے۔ یہ ایک سماجی رسم ہے۔ اس طریقہ کی وجہ سے عورت کو نئے گھر میں خوش آمدید کہا جاتا ہے۔[9] ممتاز ہندوستانی عالمِ دین مولانا وحیدالدین خان کی رائے یہ ہے کہ اس رسم کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، یہ رسم ہندو کلچر سے مسلمانوں میں آئی ہے۔[10] اس کے برعکس محمد اکرام چغتائی کی رائے قدرے معتدل ہے، اُن کا خیال ہے کہ جہیز کو شادی کے موقع پر اس لیے دیا جاتا ہے کہ ایک اچھا ازدواجی جوڑا بنایا جا سکے۔ انہوں نے فراخدلی سے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ یہ رسم یورپ اور ایشیا میں موجود ہے۔[11] اس بحث سے قطع نظر کہ جہیز کی رسم کا آغاز کس علاقے، مذہب یا قوم کی طرف سے ہُوا اس حقیقت سے انکار کرنا قرینِ انصاف نہیں کہ اس کے فروغ میں بہت سے معاشی و معاشرتی اسباب و محرکات کو دخل حاصل ہے۔ بلاشبہ نئے شادی شدہ جوڑے کو کامیاب زندگی گزارنے کے لئے بہت سی اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے۔ جہیز اس ضرورت کو آسانی سے پورا کرتا ہے۔ بعض لوگ امیر طبقات کی تقلید کرتے ہوئے زیادہ مقدار میں جہیز دیتے ہیں۔ بعض صورتوں میں لڑکے والوں کی طرف سے زیادہ جہیز دینے کا مطالبہ بھی کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات دولت کا لالچ دے کر نااہل اور بد صورت لڑکیوں کو اچھے کھاتے پیتے اور معزز گھرانوں میں بیاہنے کے لئے جہیز دیا جاتا ہے۔ ایک اخلاقی کمزوری یہ بھی دیکھنے میں آئی ہے کہ بعض لوگ تعلیم و تربیت کو نظر انداز کرتے ہیں۔ وہ صرف ظاہری شان و شوکت کو دیکھ کر رشتہ کرتے ہیں۔ اس صورت میں توجہ حاصل کرنے اور کشش پیدا کرنے کے لئے زیادہ جہیز دیا جاتا ہے۔ جہیز کے بعض پہلو نہایت مفید اور قابلِ عمل ہیں۔ اس سے انسانی ہمدردی کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ نئے شادی شدہ جوڑے سے محبت و خُلوص کا ایک انداز ہے۔ بعض خاندانوں میں اس رسم کو وراثت کے بدل کے طور پر بھی اختیار کیا گیا ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں ہونی چاہیئے کہ بعض معاشروں

میں لڑکی کے لئے وراثت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔اُن معاشروں میں اس حق کے متبادل کے طور جہیز کو اختیار کیا گیا۔ پاکستان کے مسلمانوں کی اکثریت چونکہ ہندی تہذیب سے تاریخی طور پر متاثر ہے اس لئے انہوں نے اس رسم کو خوش دلی سے قبول کیا۔ بعض ظاہری فوائد کے برعکس جہیز کے نقصانات بھی سامنے آئے ہیں۔ جہیز نے اخلاقی معیار کو منفی انداز میں متاثر کیا ہے۔یہ نمود و نمائش کی علامت بن کر رہ گیا ہے۔ یہ غریب لوگوں کے لئے ایک مصیبت، دکھاوااور ریاکاری ہے۔ یاد رہے کہ اسلام نے دکھاوے اور نمود و نمائش پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ارشادِ ربانی ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾[12]

"اے ایمان والو! اپنے صدقات (بعد ازاں) احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح برباد نہ کر لیا کرو جو مال لوگوں کے دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ روزِ قیامت پر، اس کی مثال ایک ایسے چکنے پتھر کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو پھر اس پر زوردار بارش ہو تو وہ اسے (پھر وہی) سخت اور صاف (پتھر) کر کے ہی چھوڑ دے، سو اپنی کمائی میں سے ان (ریاکاروں) کے ہاتھ کچھ بھی نہیں آئے گا، اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔"

ڈاکٹر انجم رحمان کی رائے ہے کہ جہیز کی وجہ سے لڑکیوں کی شادیاں نہیں ہو پا رہیں۔ جہیز دینے کی صلاحیت سے محرومی کی وجہ سے بعض لڑکیوں کی شادیاں غیر معمولی طور پر دیر سے ہوتی ہیں۔[13] جہیز کا ایک دوسرا پہلو تکبر، تفاخر اور غرور ہے۔لوگ تکبر کے اظہار کے لئے زیادہ سے زیادہ جہیز دیتے ہیں۔ اسلام اس رویے کو پسند نہیں کرتا۔قرآن مجید نے واضح طور پر تکبر سے منع کیا ہے۔[14] اسلامی فکر و فلسفہ کے مطابق تمام انسان ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا ہوئے ہیں۔ قبائل اور برادریاں محض تعارف کے لئے بنائی گئی ہیں۔[15] جہیز فضول خرچی کی راہ ہموار کرتا ہے۔ بہت سی غیر ضروری اشیاء بھی جہیز کا حصہ ہوتی ہیں جبکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق فضول خرچی منع ہے۔اللہ تعالیٰ نے فضول خرچی کے عمل کو پسند نہیں کیا۔[16] جہیز کے پیچھے لالچ اور بہت زیادہ مال جمع کرنے کی نیّت چُھپی ہوتی ہے۔ بعض لوگ خواہش رکھتے ہیں کہ جہیز لے کر امیر بن جائیں۔ اس لالچ اور بدنیتی نے بہت سی اخلاقی برائیوں کو جنم دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے بہت زیادہ ساز و سامان جمع کرنے کو ہلاکت کا باعث قرار دیا ہے۔[17] جہیز کو حقِ وراثت کے متبادل کے طور پر بھی اختیار کیا جاتا ہے۔اس کے برعکس اسلام نے مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو وراثت کا حق دار قرار دیا ہے۔[18] قدیم سماجی رسم ہونے کی وجہ سے پاکستان میں بہت سے لوگ جہیز کے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔ بہت سے معاشی مغالطے اور مذہبی ابہامات جہیز کے ساتھ جُڑ چکے ہیں۔ یہ تحقیقی مضمون ایسے ہی مفروضات اور مغالطوں کی تصحیح کے لئے پیش کیا گیا ہے۔

جہیز عمومی طور پر پوری دُنیا میں اور خصوصی طور پر پاکستان میں ایک اہم سماجی، معاشی اور مذہبی مسئلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ کے بعض اہم پہلوؤں پر مختلف انداز سے لکھا گیا ہے۔ سماجی حلقوں میں یہ رائے پختہ حیثیت رکھتی ہے کہ جہیز کی رسم کا

آغاز ہندوستان سے ہُوا۔[19] اسی وجہ سے اس موضوع پر زیادہ غور وفکر کی ضرورت ہندوستان کے حوالے سے ہی پیش آئی۔Mary k .Shenkنے جہیز کو ہندوستانیوں کے رویوں کے حوالوں سے سماجی برائی قرار دیا ہے۔[20] Vijendra Rao کی رائے ہے کہ جنوبی ایشیامیں گزشتہ چالیس سال سے جہیز کے حوالے سے مسائل میں اضافہ ہُواہے۔اُس کا خیال ہے کہ خاندانی اثاثہ جات کا٪50 محض جہیز کی نذر ہو جاتاہے۔[21] سعدیہ گوندل نے قدیم انسانی تاریخ کے مطالعہ کے بعد لکھاہے کہ جہیز کی رسم قدیم رومی اوریونانی تہذیبوں کے عروج کے وقت سے چلی آرہی ہے۔اُس کی رائے ہے کہ یورپ،امریکہ اورایشیاکے بہت سے علاقے اس رسمِ بد کی زد میں رہے ہیں۔ خصوصاً گزشتہ نصف صدی سے ہندوستان میں جہیز کی وجہ سے بڑی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں۔اس نے جہیز نہ دینے کی وجہ سے ہونے والے تشدد،اقدامِ قتل اور خودکشیوں پر تبصرہ کیاہے۔[22] شہنازھدیٰ نے بنگلہ دیش میں جہیز کی وجہ سے خواتین کے حقوق کی پامالی پر تبصرہ کیاہے۔اُس نے خواتین پر ہونے والے گھریلو تشدد کی ایک بڑی وجہ جہیز کو قرار دیاہے۔اُس نے لکھاہے کہ بنگلہ دیش میں قانونی طور پر عورت یااس کے خاندان کو جہیز دینے کا پابند تو نہیں بنایا گیا پھر بھی جہیز نہ دینے یاکم مقدار میں دینے سے خواتین پر تشدد ہوتا ہے۔[23] Philip H.Brown نے جہیز کو اہلِ چین کے لئے مفید قرار دیاہے۔اُس نے لکھاہے کہ جہیز کی وجہ سے خواتین مطمئن اور خوشگوار ازدواجی زندگی بسر کرتی ہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ اس محقق کے نتائج دیگر لوگوں کی تحقیقات اور تبصروں سے مطابقت نہیں رکھتے۔اس ضمن میں چین کے خاندانی نظام خصوصاًخواتین کے وراثت میں حق پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔[24] پاکستان میں بھی جہیز کے حوالے سے چند تحقیقات سامنے آئی ہیں۔ محمد اکبر علی شاہ اوراس کے معاون محققین نے پاکستان کے آبادی کے اعتبار سے سب سے بڑے صوبے یعنی پنجاب کے شہری اور دیہی علاقوں میں جہیز کے مختلف پہلوؤں کا شماریاتی جائزہ لیاہے۔اس تحقیقی مضمون میں جہیز کے سماجی اثرات پر تحقیق کی گئی ہے۔[25] نوید احمد اور اس کے معاون محققین نے پاکستان کے قبائلی نوعیت کے ایک اہم ضلع ڈیرہ غازی خان کے حوالے سے جہیز پر تحقیقات کے نتائج پیش کئے ہیں۔وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جہیز لانے کی وجہ سے نو بیاہتادلہن کو خاندانوں میں عزت ملتی ہے۔[26] Momoe Makino کی تحقیق کے نتائج یہ ہیں کہ اگر لڑکی جہیز زیادہ مقدار میں لائے خصوصاً فرنیچر،الیکٹرونکس کی اشیاءاور باورچی خانے کا سامان لائے تو سسرال میں اس کی بڑی عزت ہوتی ہے۔[27] Anderson K.S نے پاکستان میں جہیز کے معاشی پہلوؤں پر تحقیق کی ہے۔[28] شازیہ گلزار اوراس کے معاون محققین نے پاکستان میں جہیز کے معاشی ومعاشرتی اثرات پر تبصرہ کیاہے۔[29] تازین سعید علی اوراس کے معاون محققین نے پاکستان کے آبادی کے اعتبار سے سب سے بڑے شہر کراچی کے حوالے سے جہیز پر تحقیقات کی ہیں اور لڑکیوں پر جہیز کے منفی اثرات کو موضوعِ بحث بنایاہے۔[30] مندرجہ بالا کسی بھی تحقیقی مضمون میں جہیز پر اسلامی تعلیمات کے حوالے سے کوئی قابلِ ذکر تبصرہ نہیں کیا گیا۔اسلام پاکستان میں رہنے والے لوگ کی ایک بڑی اکثریت کا مذہب ہے۔اس پسِ منظر میں زیرِ نظر تحقیقی مضمون میں جہیز سے متعلق دلہن کے سسرالی رشتہ داروں کے رویے اور تاثر کو شریعت اسلامیہ اور مسلمانوں کی تاریخ کے مصادر کی

روشنی میں پرکھا گیا ہے نیز گوجرانوالہ اور گجرات کے اضلاع کے لوگوں کی جہیز سے متعلق آراء کا شماریاتی جائزہ لیا گیاہے۔اُمید ہے کہ یہ مضمون علمی دُنیامیں ایک جدّت پر مبنی اور قابلِ فہم بحث کاآغاز کرے گا۔

۲۔جہیز سے متعلق اسلامی تعلیمات کا تجزیہ

جہیز سے متعلق اسلامی تعلیمات کی وضاحت کے لئے درج ذیل نکات پیش کئے جاتے ہیں۔

i. قرآن وسنت نے جہیز کولازمی قرار نہیں دیا

اسلام ایک جامع دین ہے جو انسانی فطرت کے تقاضوں کو پورا کرنے کا واضح درس دیتا ہے۔ قرآن و سنت میں انسانی زندگی کے مختلف مراحل کے لیے واضح ہدایات دی گئی ہیں۔اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کی تاریخ میں جہیز کے بارے میں کوئی معلومات دستیاب نہیں ہیں۔ اس سے نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ جہیز کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔ متاخرین فقہاء کے فتاویٰ میں جہیز کے سلسلہ میں چند جزوی احکامات ملتے ہیں۔ قرآن مجید ، کتب حدیث اور متقدمین فقہاء کی کتابوں میں مروجہ جہیز کا وجود نہیں۔ صحاح ستہ، معروف کتب حدیث اور چاروں فقہاء کی امہات کتب میں ''باب الجہیز'' کے نام سے کوئی باب نہیں۔ اس پسِ منظر میں جہیز کو شرعی حکم سمجھنا غلط ہے، یہ ایک علاقائی رسم ہے، یہ اسلامی طریقۂ نکاح کا حصہ نہیں ہے۔جو لوگ جہیز کو سنت سمجھتے ہیں وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہیں کہ پیغمبرِ اسلامﷺ نے اپنی بیٹی کومختصر سا جہیز دیا تھا۔ یہ واضح کیا جانا نہایت ضروری ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو شادی کے وقت جو سامان دیا گیا تھا اس کی ادائیگی ان کے خاوند حضرت علیؓ نے کی تھی۔ یہ رقم حضرت علیؓ کے حق مہر سے لی گئی تھی۔ روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی زرہ حضرت عثمانؓ کو ۴۸۰ درہم میں فروخت کی تھی۔ بعض روایات کے مطابق حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کی زرہ خریدی اور بعد میں حضرت علیؓ کو ہدیہ کر دی۔ حضرت علیؓ نے زرہ کی قیمت حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس رقم سے حضرت فاطمہؓ کے لیے خوشبو اور گھر کا ضروری سامان خرید کر دیا۔ [31] رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کے علاوہ اپنی دیگر تین بیٹیوں کی بھی شادیاں کیں۔ ان کو بھی کوئی جہیز نہیں دیا گیا۔ صرف حضرت زینبؓ کے بارے میں ایک روایت ملتی ہے کہ ان کو حضرت خدیجہؓ نے شادی کے وقت ایک ہار بطور تحفہ دیا تھا۔ [32] ان دلائل اور روایات سے نتیجہ اخذ ہوتاہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں جہیز کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔

ii. جہیز کی عدم دستیابی کے باعث شادی نہ کرنا غلط حکمت عملی ہے

شادی ایک بابرکت اور کثیر المقاصد عمل ہے۔ اسلامی فکر و فلسفہ یہ ہے کہ غیر شادی شدہ لوگوں کی شادی کرو۔ اگر یہ غیر شادی شدہ لوگ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو معاشی طور پر توانا کردے گا۔جہیز کا انتظام نہ کر سکنے کو جواز بنا کر شادی دیر سے کرنا یا سرے سے شادی سے انکار کرنا شریعتِ اسلامی کے مزاج سے

مطابقت نہیں رکھتا۔ شادی اسلامی طرز زندگی میں بڑی اہمیّت رکھتی ہے۔ اس سے انسان کی اخلاقی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ انسان کی سوچ اور اس کے عمل کو پاکیزگی عطا ہوتی ہے۔ شادی کا عمل نسلِ انسانی میں بڑھوتری کا باعث ہے۔ اس سے دل کوسکون ملتا ہے اور ذہنی صلاحیتوں کو ترقی ملتی ہے۔ معاشرتی امن قائم ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو بھی جوان شخص شادی کی صلاحیت رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ شادی کر ے۔[33] حضور ﷺ نے بیوی کے ساتھ حسن سلوک کی اس حد تک ترغیب دی ہے کہ آ پ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں دیتا ہے وہ صدقہ ہے۔[34] شادی کے ان فوائد کا تقاضا ہے کہ جہیز کی عدمِ دستیابی کو جواز بنا کر شادی کرنے میں دیر نہ کی جائے اور نہ ہی شادی سے انکار کیا جائے۔

iii. جہیز حقِ وراثت کا متبادل نہیں

پاکستان میں ایک سماجی غلط فہمی موجود ہے کہ بیٹی کو جہیز کافی مقدار میں دے کر اُسے حقِ وراثت سے محروم کیا جاسکتا ہے۔ بعض لوگ اس سوچ کو مذہبی حیثیّت بھی دیتے ہیں۔اس کے برعکس اسلام نے عورت کو بہر صورت حقِ وراثت عطا کیا ہے۔ قرآن مجید نے واضح کیا ہے کہ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کا بھی وراثت میں حصہ ہے۔[35] اس کی وضاحت بھی کی گئی ہے کہ بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے حصہ کے برابر ہے۔[36] اس پسِ منظر میں ضروری ہے کہ جہیز کو حقِ وراثت سے قطعاً نہ جوڑا جائے۔اس رسم کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ ہندوؤں نے اس رسم کو اس لئے اختیار کر رکھا تھا کہ اس طرح وہ لڑکی کو وراثت میں حصہ نہ دینے کا جواز قائم کرتے تھے۔دراصل ہندو بیٹی کو وراثت کا حق دار ہی نہیں سمجھتے۔[37] اسی ہندوانہ طرزِ فکر کے تحت بعض لوگ بیٹی کو جہیز اس کی وراثت کے حصہ میں سے دیتے ہیں۔اصل بات یہ ہے کہ جہیز وہ سامان ہے جو والدین بیٹی کو تحائف کے طور پر دیتے ہیں۔ تحائف کو وراثت کے حصہ سے ادا کرنا غیر اخلاقی ہے۔

iv. نکاح کی مقصدیت اور پاکیزگی کا خیال رکھا جانا ضروری ہے

نکاح ایک کثیر الجہات معاملہ ہے۔ یہ شہوت کی تسکین تک محدود نہیں۔اس کے مقاصد اعلیٰ ہیں۔اسے کاروبار اور تجارت نہ سمجھا جائے۔ یہ نسلِ انسانی میں اضافے کا باعث ضرور ہے مگر اس کے دیگر دینی اور دُنیاوی مقاصد بھی ہیں۔ کئی خاندانوں اور نسلوں کے روابط نکاح سے جُڑے ہوئے ہیں۔اس پسِ منظر میں لڑکے والوں کے لئے یہ اخلاقی طور پر نامناسب ہے کہ وہ لڑکی والوں کی کسی مجبوری سے فائدہ اُٹھائیں۔اسلام نے نکاح کے معاملات میں دین کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ نکاح کے ذریعے اولاد حاصل ہوتی ہے۔اولاد کا براہِ راست تعلق آئندہ نسلِ انسانی سے ہے۔اس پسِ منظر میں نکاح کا ایک اہم تعلق آئندہ نسلوں کی تربیت اور صالح معاشرے کی تشکیل سے ہے۔اس طرح نکاح کو تجارت سمجھنا مناسب نہیں۔

v. عین شادی کے وقت جہیز دینا ضروری نہیں

مسلمانوں کی تاریخی روایات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جہیز دینا خاوند کی ذمہ داری ہے۔البتہ یہ ضروری نہیں کہ وہ سارا سامان بوقتِ نکاح بیوی کو فراہم کرے اور لوگوں کو دکھاتا پھرے۔ حضرت فاطمہ الزہرا کی شادی کے علاوہ کوئی ایسا

موقع نظر نہیں آتا جس میں عین شادی کے موقعہ پر خاوند کی طرف سے سامان جہیز دیا گیا ہو۔اس کی پیشگی ضرورت بھی اس لئے پیش آئی تھی کہ حضرت علی نبی کریم ﷺ کے زیرِ کفالت تھے۔ سمجھداری اور اچھی معاشرت کا تقاضا ہے کہ خاونداپنی بیوی کی مشاورت سے گھر کا انتظام چلائے۔جب ضروریات سامنے آئیں تواُس وقت اُن کو پورا کرنے کی منصوبہ بندی کی جائے۔دکھاوے کے طور پر غیر ضروری سامان کو اکٹھے کئے رکھنا عقل مندی نہیں۔

vi. جہیز خاوند کی ذمہ داری ہے

اسلامی فکر و فلسفہ نے عائلی معاملات میں یہ رہنمائی فراہم کی ہے کہ بیوی کی تمام جائز ضروریات اور اخراجات کو خاوند پورا کرے۔بیوی کی خوراک،لباس،رہائش اور دیگر اخراجات خاوند نے پورے کرنا ہوتے ہیں۔[38]اس پسِ منظر میں جہیز کی ذمہ داری خاوند پر ہے۔اگرچہ اسلام نے خاوند کو کسی خاص معیار یا مقدار کا پابند نہیں کیا کہ وہ اُس کا انتظام بوقتِ نکاح کرے۔البتہ بیوی کو اس معاشی بوجھ سے آزاد ضرور کیا ہے جسے آج اُس کی ذمہ داری سمجھا جاتا ہے۔

vii. جہیز تہذیبِ ہند کا حصہ ہے

اس تاریخی حقیقت کو تسلیم کرنے میں کوئی عار یا جھجک نہیں ہونی چاہیئے کہ پاکستان جن علاقوں پر مشتمل ہے وہاں ہندی تہذیب و ثقافت کا ایک طویل عرصہ تک غلبہ رہا ہے۔مسلمانوں کی آمد کے بعد بہت سی ہندی رسومات بھی مسلمانوں کی معاشرت میں جگہ پا گئیں۔اس ضمن میں مغل حکمرانوں نے اہم کردار ادا کیا۔ہندوستان میں عہدِ مغلیہ میں مسلمانوں اور ہندوؤں کو آپس میں ملانے اور اتفاق پیدا کرنے کی فضا قائم کرنے کی کوشش کی گئی اور زیادہ تر ہندی رسومات کو اپنانے کی کوشش کی گئی مثلاً شادی پر کی جانے والی رسومات اور جہیز وغیرہ۔[39]اس پسِ منظر میں جہیز ایک اہم سماجی و معاشی مسئلہ ہے۔اس حقیقت کے برعکس بہت سے لوگ اسے ایک مذہبی حکم سمجھتے ہیں۔دلچسپ اور قابلِ غور امر یہ ہے کہ خود ہندوستان میں بھی یہ سوچ پروان چڑھنا شروع ہو چکی ہے کہ جہیز ایک منفی سرگرمی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں "The Dowry Prohibition Act of 1961" کی ضرورت سامنے آئی۔ اس ایکٹ کو جہیز کی ناپسندیدگی اور خاتمے کے ضمن میں ہندوستانیوں کی پہلی کوشش قرار دیا جاسکتا ہے۔اس میں جہیز کا مطالبہ کرنے،اسے لینے اور دینے کو قابلِ سزا جرم قرار دیا گیا ہے۔اس قانون کے باوجود جہیز پورے ہندوستان میں اپنی پرانی روایات کے ساتھ قائم ہے۔اس سے یہ سمجھ جانا قطعاً مشکل نہیں کہ سماجی اقدار قانونی ضابطوں سے کہیں زیادہ اہم ہُوا کرتی ہیں۔[40] اس تناظر میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایکٹ عملی طور پر ناکام ہو چکا ہے،اس ایکٹ میں ۱۹۸۴ء میں ترمیم کی گئی۔اس ترمیم میں بتایا گیا کہ جہیز لینے اور دینے والوں کو پانچ سال سزا ہو گی اور کم از کم ۱۵۰۰۰ انڈین روپے جرمانہ ہوگا۔اتنے س خت احکام کی وجہ یہ تھی کہ جہیز کے نام پر ہراساں کرنا بڑھ گیا اور خود کشیوں کی نوبت بھی آ گئی تھی۔[41]اس دستوری جدوجہد کے علاوہ Indian Criminal Laws اور Protection of Women from Domestic Violence Act 2005 بھی جہیز سے متعلق سرگرمیوں کو روکنے میں ناکام ہو چکے ہیں۔[42] ہندوستان میں جہیز کی رسم کا ارتقاءہُوا ۔وہاں قانون سازی، شرح تعلیم میں اضافے اور گروہی سرگرمیوں کے باوجود اس

رسم پر قابو نہیں پایا جا رہا تو پاکستان کو اس ضمن میں سخت ترین اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ قابلِ غور امر یہ ہے کہ اگر ہندو مذہب کے حاملین اس رسم سے چھٹکارہ پانے کا فیصلہ کر چکے ہیں تو اہلِ پاکستان کو اس ضمن میں زیادہ سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

viii. جہیز اطمینان و سکون کے بجائے ذہنی ونفسیاتی پریشانی کا باعث ہے

جہیز راحت، ذہنی سکون اور آسانی کا باعث نہیں۔اس سے دل اور دماغ دونوں انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جتنا زیادہ جہیز ہوگا اُتنی ہی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ گھریلو جھگڑے اور طلاق تک معاملات جہیز کی وجہ سے پہنچ جاتے ہیں۔ میاں بیوی کا تعلق تسکین کے لئے ہے جہیز اِسے ذہنی دباؤ میں بدل دیتا ہے۔اس سے باہمی محبت پیدا نہیں ہو سکتی۔ جہیز کو بنیاد بنانے کے بجائے میاں بیوی کی تعلیم و تربیت کے معیار کو سامنے رکھا جائے۔ شادی ذہنی سکون، باہمی تعاون اور اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے کی جاتی ہے لیکن عصر حاضر میں اسراف، نمائش، تکلف اور نا روا پابندیاں حد درجہ تک بڑھ چکی ہیں۔اس سے پورا معاشرہ مفلوج ہو چکا ہے۔ کچھ ایسا ہی حال رسمِ جہیز کا ہے جو والدین کے لئے باعث فخر نہیں بلکہ تنگ نظری کی مثال پیدا کرتا ہے خصوصاً اُن گھرانوں کے لئے جن کا شب و روز کا گزارا مشکل سے ہوتا ہے۔ فضول اشیاء اکٹھی کر لی جاتی ہیں۔ بعض لوگ قرض لے کر جہیز تیار کرتے ہیں۔اس طرح جہیز سے بہت سے سماجی و معاشی مسائل جنم لیتے ہیں۔ پاکستان میں آئے روز ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں جن سے جہیز کے نقصانات کی وضاحت ہوتی ہے۔ بہت سی لڑکیوں نے جہیز نہ ملنے پر سسرال کے طعنے سُنے اور خود کشی کر لی۔[43] سسرال کے لالچ کی وجہ سے کئی گھر اُجڑ چکے ہیں، جائیدادوں کے جھگڑے منظر عام پر آتے ہیں اور معاملہ طلاق تک پہنچ جاتا ہے۔ یوں بچوں پر بھی منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔[44] جہیز ایک رحمت کے بجائے زحمت کے طور پر سامنے آیا ہے۔ یہ ایک خوفناک معاشی بوجھ ہے۔اس نے معاشرے میں لالچ، تن آسانی اور بے مقصدیت کو فروغ دیا ہے۔اس کی وجہ سے ذہنی اور جسمانی نقصانات ہوئے ہیں۔ خواتین پر تشدد کیا جاتا ہے، ان کو ہراساں کیا جاتا ہے، ان کو تنگ کیا جاتا ہے اور اُن کو دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ وہ جذباتی اور نفسیاتی طور پر پریشان کی جاتی ہیں۔اغواء، جنسی تعلقات، چہرے پر تیزاب پھینکنے، خود کشی کرنے اور قتل کر دینے کے بہت سے واقعات کا براہ راست تعلق جہیز کی عدمِ فراہمی سے ہوتا ہے۔ اکثر اوقات سسرال کا سارا خاندان بہو کے قتل یا توہین کی منصوبہ بندی میں شریک ہوتا ہے۔ خاوند، سُسر، ساس، دیور اور نند سمیت دیگر سسرالی رشتہ دار غیر اخلاقی اور غیر انسانی رویوں کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بہت سے واقعات میں بہو کو جلا دیا گیا یا اُسے زہر دے دیا گیا۔ بعض خواتین خود ہی زہر کھا لیتی ہیں کیونکہ وہ اپنے سسرالیوں کے مطالبۂ جہیز کو پورا نہیں کر سکیں۔ وہ اپنے آپ کو بے بس محسوس کرتی ہیں اور خود کو ختم کر لیتی ہیں۔ایسے واقعات عموماً متوسط درجے کے گھرانوں میں رونما ہوتے ہیں۔امیر گھرانوں کو ایسے مسائل کا سامنا نہیں کرنا پڑتا کیونکہ اُن کے پاس وسائل کی کثرت ہوتی ہے۔ وہ جہیز کے لوازمات کو پورے شوق سے نبھاتے ہیں۔ جہیز کے مسائل جہاں غیر تعلیم یافتہ خواتین کو بھگتنا پڑتے ہیں وہاں اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین بھی ان سے بچی ہوئی نہیں ہیں۔ تعلیم یافتہ خواتین کا مسئلہ یہ ہے کہ ان کے والدین ان کی تعلیم پر غیر معمولی اخراجات برداشت کر چکے ہوتے ہیں۔اس لئے تعلیم کے مراحل کے فوراً بعد والدین اس قابل نہیں ہوتے کہ

جہیز کے بوجھ کو بھی اُٹھا سکیں۔ جہیز نہ دینے کی پاداش میں ہونے والا تشدد میڈیا میں رپورٹ بھی بہت کم ہوتا ہے۔ بعض اوقات قتل کے واقعات کی اصل وجوہ کو بھی چُھپا لیا جاتا ہے۔ دلہا اور دلہن کے خاندان کی عزت کے نام پر سب معلومات مخفی رکھی جاتی ہیں۔ دلہن کے والدین اس خوف میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اگر عدل کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کا مطالبہ کیا تو ان کی دیگر بیٹیوں کے لئے مستقبل میں مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس لئے واقعہ کو باورچی خانے میں آگ لگنے کا نام دے کر چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جہیز کے نام پر جاری سماجی خرافات کو اس حوالے سے بھی ختم کرنے کی ضرورت ہے کہ اس نے انسانیت کو بے آرام اور بے توقیر کر کے رکھ دیا ہے۔

ix. جہیز کے خاتمہ میں تعلیم و تربیت اور قانونی اقدامات کا کردار

جہیز ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے بہت سے مذہبی، سماجی اور معاشی پہلو ہیں۔ اسے محض انتظامی، دستوری اور قانونی اقدامات کے ذریعے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اس ضمن میں ضروری ہے کہ تعلیم و تربیت کے نظام کو بہتر کیا جائے، سماجی شعور کی بیداری کے لئے جامع کوششیں کی جائیں، قانون اور عدل کے شعبہ جات میں اصلاحات لائی جائیں۔ اخلاقی و سماجی اقدار کی پاسداری سے ہی اس لعنت سے نجات ممکن ہے۔ رشوت ستانی، اقرباء پروری اور نا انصافی کو ختم کرنا ہوگا۔ پولیس کے تفتیشی نظام کو درست کرنا ہو گا۔ پولیس کو قابلِ اعتبار بنانے کے لیے سنجیدہ کوشش کرنا ہو گی۔ تعلیمی نظام کے ذریعے عورت کی اہمیت اور تقدس کو اجاگر کرنا ہو گا۔ ایسے فرسودہ خیالات کی تردید کرنا ہو گی جن کے مطابق عورتیں کم تر مخلوق قرار پاتی ہیں۔ انسانی حقوق کے احترام، تعلیمِ نسواں پر توجہ اور اعلیٰ اخلاق کی پاسدار ی کے ذریعے ہی جہیز ایسی لعنت سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔

۳۔ گوجرانوالہ اور گجرات کے اضلاع میں جہیز سے متعلق دلہن کے سسرالی رشتہ داروں کی آراء کا شماریاتی جائزہ

جہیز سے متعلق دلہن کے سسرالی رشتہ داروں کی آراء کو جاننے کے لئے گوجرانوالہ اور گجرات کے اضلاع میں ۵۰۰ سوال نامے تقسیم کئے گئے جن میں سے ۴۷۶ لوگوں نے سوال نامے پُر کر کے واپس کئے۔ (ملاحظہ ہو: ضمیمہ اوّل) گوجرانوالہ سے ۲۴۵ اور گجرات سے ۲۳۱ افراد شامل تھے۔ (ملاحظہ ہو: ضمیمہ دوم) اس تجزیہ میں ۲۶۲ مردوں اور ۲۱۴ خواتین کی آراء شامل تھیں۔ سوال نامہ پُر کر کے واپس کرنے والوں میں اکثریت ۳۰ سے ۳۹ سال کی عمر کے لوگوں کی تھی ۔اسی طرح تعلیمی لحاظ سے معاون رویہ اُن لوگوں کا سامنے آیا جن کی تعلیمی قابلیت انٹر میڈیٹ تھی۔ سروے کے مطابق گوجرانوالہ اور گجرات کے لوگوں میں یہ رائے پائی جاتی ہے کہ جہیز ملنے کی وجہ سے خاوند اپنی بیوی کی عزت کرتا ہے اور خاندانی جھگڑوں میں اس کی حمایت کرتا ہے۔ جہیز میں نقدی رقوم اور الیکٹرونکس کی اشیاء شامل ہونے کی وجہ سے میاں بیوی مالی طور پر خود کو مستحکم محسوس کرتے ہیں اور ازدواجی زندگی کی کامیابی میں اس امر کا بڑااہم کردار ہے ۔یہ رائے بھی مستحکم نظر آئی ہے کہ جہیز لانے کی وجہ سے دلہن کو اپنے سسرال میں زیادہ اختیارات ملتے ہیں اور اس

کا احترام بڑھ جاتا ہے ۔ان سوالات کے جوابات کا تجزیہ جنسی تقسیم کے اعتبار سے کیا گیا تو مِلا جُلا رجحان دیکھنے کو ملا۔

۴۔سفارشات

i. اس تحقیق کی افادیت اور نتائجیت میں اضافہ کرنے کے لیے اسے مختلف علاقوں میں شماریاتی بنیادوں پر کرانے کی سفارش کی جاتی ہے۔اس کا دائرہ پاکستان کے مختلف صوبوں یا شہروں تک پھیلایا جا سکتا ہے تاکہ مطلوبہ اہداف حاصل کئے جاسکیں۔

ii. مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ سمیت تمام حکومتی اداروں اور NGOsکے ذریعے جہیز کے خاتمے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

iii. نوجوانوں میں بروقت نکاح کے شعور کو بیدار کیا جائے۔

iv. تعلیم و تربیت کے اداروں اور میڈیا کے ذریعے جہیز کے نقصانات سے عوام کو آگاہ کیا جائے۔

v. ملک میں خاص مقدار سے زیادہ جہیز دینے پر پابندی لگائی جائے۔ اس مقدار کا تعین لڑکی کے اہلِ خانہ کی آمدن کے اعتبار سے کیا جائے۔ خلاف ورزی کی صورت میں لڑکے اور لڑکی کے اہلِ خانہ کو سزا سنائی جائے۔

vi. مختلف درجوں کے تعلیمی نصابات میں جہیز کے خاتمے کے لیے مختلف مضامین شامل کئے جائیں۔

۵۔خلاصہ بحث

جہیز نوبیاہتادلہن کے لیے ایک تحفہ ہے۔ سسرالی رشتہ داروں میں دلہن کو جہیز کی وجہ سے بڑی عزت دی جاتی ہے۔ جہیز کے ضمن میں بعض غلط فہمیوں کا خاتمہ بہت ضروری ہے۔ اسلام میں اسے سنتِ رسولﷺ کی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ حضرت فاطمہ کو دیا گیا جہیز پیغمبرِ اسلام ﷺکی طرف سے نہیں تھا بلکہ سامان کی رقم کی ادائیگی حضرت فاطمہؓ کے خاوند حضرت علی نے کی تھی۔ اگر کسی لڑکی کو جہیز میسر نہ آ سکے تو اس کی شادی میں دیر نہیں کرنی چاہیے اور نہ شادی کو جہیز کی فراہمی سے مشروط کیا جائے۔ جہیز دینے کے نتیجے میں عورت کا حقِ وراثت متاثر نہیں ہوتا۔ شادی ایک محترم دینی وسماجی رشتہ ہے۔ اس کے تقدس کو ہر صورت قائم رکھنا چاہیے۔ اس رشتہ کو شہرت، تجارت یا کسی اور مالی مفاد کی نذر نہیں ہونا چاہیے۔ شریعتِ اسلامیہ میں عین شادی کے وقت کوئی تحفہ دینا ضروری نہیں۔ تحفہ دے کر خلوص و محبت کا اظہار شادی کے بعد بھی کسی موقع پر کیا جا سکتا ہے۔ بیوی کو ضروریاتِ زندگی فراہم کرنا خاوند کی ذمہ داری ہے،اس لیے جہیز کو خاوند کی طرف سے فراہم کیا جائے تو یہ زیادہ اسلامی روح کے مطابق ہو گا۔ البتہ اس ضمن میں فضول خرچی سے گریز کیا جائے۔ جہیز کی رسم کو مضبوطی عطا کرنے میں ہندی معاشرت وسماج کا اہم کردار ہے۔ اب ہندو معاشرے بھی اس سے نجات

حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جہیز نے چونکہ خاندانوں کو ذہنی اور نفسیاتی طور پر پریشان کیا ہے اس لیے تعلیم و تربیت اور قانونی اقدامات کے ذریعے اسے ختم کر دینا چاہیے۔ اس ضمن میں مختلف تحقیقات اور ادارہ جاتی تحرک کی اشد ضرورت ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 Max Radian, Encyclopedia of Social Sciences, The Macmillan Company, MCML, New York,1950,Vol:5,P:230

2 Devasia, Leelamma,Female Criminals and Female Victims, Dattsons Publishers,Nagpur,India,1989,P:141

3 ابن منظور افریقی (م ۷۲۲ھ)، لسان العرب، بیروت، ۱۹۵۶ء، ج:۵، ص:۱۳۲۵

4 لوئیس مالوف، المنجد، بیروت، ۱۹۵۶ء، ص:۱۰۶

5 راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ)، المفردات فی غریب القرآن، کراچی، نور محمد، س۔ن، ص:۱۰۱

6 Max Radian,Encyclopedia of Social Science,The Macmillan Company,MCML,New York ,1950 ,Vol:5,P:230

7 السید السابق، فقہ السنہ، بیروت، ج:۲، ص:۱۶۷-۱۶۸

8 Altekar ,Dr, The Position of Women in Hindu Civilization, Dehli,1983,P:70

9 السید السابق، فقہ السنہ، ج:۲، ص:۱۶۷-۳۰۲

10 وحیدالدین خان، خاتونِ اسلام، کراچی، فضلی سنز، ۱۹۹۸ء، صفحہ:۲۳۵

11 محمد اکرام چغتائی، تشریحی لغت، لاہور، اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۱ء، صفحہ ۲۵۲

12 البقرۃ ۲ :۲۶۴

13 انجم رحمٰن، پنجاب: تمدنی و معاشرتی جائزہ، لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کُتب، ۱۹۹۸ء، صفحہ:۳۲۹

14 المائدۃ ۵: ۲۰

15 الحجرات ۴۹ :۲۳

16 الاعراف ۳۱: ۷

17 ا لتکاثر ۱۰۲: ۲،۱

18 المائدہ ۵: ۳۸

19 Altekar,Dr,The Position od Women in Hindu Civilization,Dehli,1983,P:70

[20] Mary k .Shenk(2007)mDowry and Public Policy in Contemporary India:The Behavioral Ecology of a "Social Evil",Hum Nat(2007) 18:242-263,Https/www.researchgate.net/publication/226856457

[21] Vijendra Rao, The Rising pRice of Husbands:A Hedonic Analysis of Dowry Increases in Rural India, The Journal of Political Economy, Vol:101,No:4,(Aug,1993),P:666-677, The University of Chicago Press.

[22] Sadia Gondal ,The Dowry System in India-Problem od Dowry Deaths,Journal of India Studies, Vol:1,Vo:1,January-June,2015,P:37-41.

[23] Shahnaz Huda ,Dowry in Bangladesh: Compromising Women's Rights, South Asia Research ,Sage Publication ,New Dehli,Vol:26,P:249-268

[24] Philip H.Brown,Dowry and Intra House Hold Bargaining:Evidence from China, The Journal of Human Resources,Vol:44,No:1(Winter,2009),PP:25-46,University of Wisconsin Press

[25] Muhammad Akbar Ali Shah, Shehla Arshad and Huma Qasim, A Statistical Study of Dowry Determinants in Urban and Rural Areas of Punjab ,Pakistan Journal of Studies in Management and Planning,Issn:2395-0463,Vol:02,Issue:03 ,March 2016 ,PP:132-137

[26] Naveed Ahmad :Alamdar Hussain;Muhammad Suaman Tariq and Muhammad Ali Raza, Rol of Dowry in Successful Marital Life:A Case Study of District Dera Ghazi Khan, Pakistan, Kuwait Chapter of Arabian Journal Review, Vol:4,No:5,January,2015,PP:62-72

[27] Momoe Makino, Marriage, Dowry and woman's Status in Rural Punjab , Pakistan , J Popul Econ,https://doi.org/10.1007 /s00148-018-0713-0,Institute of Development Economics, 3-2-2 Wakaba, Mihama-Ku,Chiba 261-8545,Japan

[28] Anderson,K.S(2000)The Economics of Dowry Payments in Pakistan, Center Discussion Paper ,Vol:2000-82,Tilburg : Macroeconomics, PP:1-42

[29] Shazia Gulzar;Muhammad Nauman, Farzan Yahya; Shagufta Ali And Mariam Yaqoob , Dowry System In Pakistan,Asia Economics And Financial Review 2(7):784-794

30 Ali ,T.S.Arnadottir,G.,Kulane,(2013),Dowry Practiees and TheirNegative Consequences from a female Perspective in Karachi ,Pakistan – A Qualitative Study .Health ,5(7d),84-91,Http://ecommons.aku.edu/Pakistan-Ths-son/160

31 قسطلانی، أحمد بن محمد بن أبي بكر بن عبد الملک(م۹۲۳ھ)، مواھب الدنیہ، قاہرہ، المکتبہ الاسلامی، ۱۹۹۱ء، ج:۱، ص:۳۸۳-۳۸۴

32 ابنِ سعد، أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الھاشمی(م۲۳۰ھ)، الطبقات الکبری، بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۹۹۶ء، ج:۷، ص:۲۵۸-۲۵۹

33 البخاری، محمد بن اسماعیل(م۲۵۶ھ)، صحیح البخاری، کتاب ا لنکاح، بیروت، رقم الحدیث:۵۰۶۵

34 بخاری، رقم الحدیث: ۲۷۴۲

35 النساء۴: ۱۱

36 النساء۴: ۷

37 وحیدالدین خان، خاتونِ اسلام، ص:۲۳۰-۲۳۵

38 النساء۴: ۳۴

39 Altekar,Dr, The Position of women In Hindu Civilization ,P:70

40 Anderson,S.(2003).Why dowry Payments declined with modernization in Europe but are Rising in India ,Journal of Political Economy.III(2),269-310

41 Umar,M.(1998).Bride Burning In India ,New Delhi,A.P.H.Pub.Corp

42 Sadia Gondal ,The Dowry System in India-Problem of Dowry Deaths, Journal of Indian Studies ,Vol:1,No:1,Jan-June2015,PP:37-41

43 روزنامہ جنگ، لاہور، پاکستان، ۱۰-اگست، ۲۰۰۹

44 عارفہ خان، عکسِ زن، لاہور، برائٹ بک، ۲۰۱۰ء، ص:۱۳۱-۱۳۲